Tauseeq, Volume. 6, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271 (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v6i1.1

Received: 30-04-2025
Accepted: 30-05-2025
Published: 30-06-2025

ڈاکٹر حمیرا اشفاق کے فکری زاویے ناول" می سوزم" کے تناظر میں

Intellect Level of Dr. Humaira Ishfaq in the Novel ME SOZAM

ڈاکٹر منزہ مبین *

ڈاکٹر نقیب احمد جانؔ

Abstract:

ME SOZAM is a novel written by Dr. Humera Ishfaq. The story of the novel belongs to the era of the Persian poet RODKI. Various dimensions of intellect overwhelm the story, which prove the writer a learned and seasoned one. The heroin of the novel Rabia Khuzdari represents intellectually and morally strong women, who proved that the king trusted upon her more than his son. On the other hand, the novel demonstrates the tribal system and traditions of Balochistan. This article shed light on the era described in the novel as well as the personality of the writer.

Keywords: Humaira, Me Sozam, Rabia Khuzdari, Balochistan, Historical Novel

* صدر شعبہ اردو، ویمن یونی ورسٹی صوابی

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو جامعہ بونیر

ڈاکٹر حمیرا اشفاق ایک بھرپور شخصیت اور خداداد صلاحیتوں کی مالک مصنفہ ہیں۔اردو ادب میں ڈاکٹر حمیرا اشفاق کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔بحیثیت ادیب، محقق، نقاد، مدون، مترجم،افسانہ و ناول نگار ادبی دنیا میں اپنا ایک خاص مقام بنا چکی ہیں۔پندرہ سے زائد کتابوں کی مصنف ہیں۔آپ باکمال ذہنی صلاحیتوں کی مالک ہیں۔یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ آپ نے جس بھی صنف ادب کو اپنا موضوع بنایا،اس کا حق ادا کر دیا اور یہی ایک ادیب کی اصل کامیابی ہے۔ڈاکٹر حمیرا اشفاق ایک بھرپور نظریاتی شخصیت رکھتی ہیں اور ترقی پسند مکتبہ فکر سے وابستہ ہیں۔آپ کی تحریریں غور و فکر اور تعقل و تدبر کی دعوت دیتی ہیں۔

ناول ''می سوزم''ڈاکٹر حمیرا اشفاق کا پہلا سوانحی اور تاریخی ناول ہے۔۲۰۷ صفحات پر مشتمل یہ ناول ۲۰۲۱ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔انتساب رابعہ خضداری کے ''عشق'' کے نام ہے۔ناول کی کہانی کا مرکز و محور چوتھی صدی کی عظیم شخصیت رابعہ خضداری ہیں۔اس ناول میں ناول نگار نے ادب کی ایک صنف کا سہارا لے کر پورے ایک عہد کو منفرد انداز میں ہمارے سامنے پیش کر دیا ہے۔''می سوزم''ناول کے حوالے سے خالد فتح محمد لکھتے ہیں کہ

> اس ناول کا موضوع متقاضی تھا کہ اس پر تحقیق کر کے ایک تنقیدی یا درسی نوعیت کا مضمون لکھا جائے، لیکن حمیرا کی تخلیقی جبلت کو یہ گوارا نہیں تھا اور اس نے ایک ہزار سال پرانی تہذیب کو موضوع بنا کر ایسی شخصیت کو فکشن کے قالب میں ڈھالا کہ اسے یقیناً اردو ادب کی صف اول کی تخلیقات میں شمار کیا جا سکتا ہے جو کہیں کہیں ''بہاؤ''اور ''انواسی''کا ہم پلہ اور کہیں ثقافتی اور تہذیبی پہلوؤں پر ان سے آگے کی بات کرتا ہے۔

ناول میں بیان کیے ہوئے عہد پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے ایک بہت بڑا شاہکار پیش کیا ہے جو عہد حاضر کی بھی بھرپور انداز میں ترجمانی کر رہا ہے۔قبائلی رسم و رواج، سماجی و معاشی بدحالی، گھٹن، جنگی ماحول، مادہ پرستی، غریبوں کا استحصال ، بردہ فروشی، عورتوں کے بنیادی حقوق کی پامالی، اور ناروا سلوک وغیرہ اس ناول کے موضوعات ہیں۔ڈاکٹر حمیرا اشفاق کا مشاہدہ اس قدر مکمل ہے کہ قاری نہ صرف اس عہد اور ماحول کا حصہ ہی نہیں بنتا، بلکہ کرداروں کی سوچ کے دھارے میں خود بھی بہتا چلا جاتا ہے۔اس معاشرے کی فضا اور ماحول میں سانس لینے لگتا ہے۔مصنفہ نے بلخ اور خضدار کی تاریخی حیثیت، قبائلی رسم و رواج، بلوچ قوم کی روایات اور بہادری کو جس انداز میں پیش کیا ہے، وہ ان کے عمیق مطالعہ و مشاہدے پر دلالت کرتا ہے۔ناول نگار نے اپنے تاثرات کو تخلیقی انہماک اور فنی بصیرت کے ساتھ پیش کیا ہے۔اس دنیا میں جب سے انسان نے اپنی شعوری زندگی کا آغاز کیا تو سماجی زندگی میں چند اصول و ضوابط کے تحت اپنی زندگی

کوڈھالنا اس کی پہلی شعوری کوشش تھی۔انسانی تاریخ میں جو اول اول حکومتی ڈھانچہ یا تنظیمی وجود قائم ہوا وہ در حقیقت قبائلی نظام ہی تھا۔جمہوریت،آمریت حتی کہ کمیونزم کی جڑیں بھی قدیم قبائلی نظام میں دکھائی دیتی ہیں۔ڈاکٹر حمیرا اشفاق مقامی قبائل کی نظریاتی فکر کو اجاگر کرتے ہوئے ناول میں لکھتی ہیں کہ

مقامی قبائل اپنے سنگلاخ پہاڑوں کے بدلے تو جان قربان کر سکتے ہیں لیکن کسی بھی طرح

"دوسرے کی جنگ کا ایندھن بننے کو تیار نہ تھے

جانتے ہو کہ بلوچوں کو سنگلاخ پہاڑ ہمیشہ سے اپنے دامن میں پناہ دیتے ہیں۔جو غیروں کو"

"موت بن کر نگل جاتے ہیں۔

"بلوچ کبھی پیٹھ پر وار نہیں کرتا۔"

ان اقتباسات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے بہت عمدہ طریقے سے بلوچ قوم اور بلوچستان کی صورتحال واضح کی ہے۔اس حوالے سے پروفیسر عزیز احمد بگٹی کتاب "بلوچستان سیاسی کلچر اور قبائلی نظام" میں لکھتے ہیں کہ

اپنی وسعت،وسائل آبادی کی گنجائش اور محل وقوع کے باعث بلوچستان کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی ہے۔اسی اہمیت کے باعث ہی اس پر ہمیشہ بیرونی نظریں رہی ہیں۔اور اس کی یہی حیثیت بلوچوں کے لیے کئی المیوں کا سبب بنی۔

مصنفہ نے رابعہ خضداری کے کردار کو جو دراصل تاریخ کا ایک حقیقی کردار ہے، کو جس انداز میں پیش کیا ہے وہ خاص مقام و مرتبے کا حامل ہے۔امیر کعب نے اپنی بیٹی رابعہ خضداری کو غیر معمولی قابلیت ولیاقت اور خداداد اصلاحیتوں کی بنا پر "زین العرب" کے خطاب سے نوازا۔مصنفہ نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ رابعہ اور اس کے بھائی حارث کی شخصیات کا تقابل پیش کیا ہے۔رابعہ جس قدر ذہین و فطین، متقی، حساس و نرم دل، خداشناس اور بہادر ہے۔حارث کی شخصیت اس کے برعکس ہے۔یہی تضاد ناول کی فضا کو دلچسپ بناتا ہے اور خیر و شر، مادیت و روحانیت کی باہمی کشمکش کا باعث بنتا ہے۔رابعہ خضداری کی شہرت اور قابلیت حسد کی وجہ سے حارث کے لیے ہمہ وقت ایک خوف کی علامت بن کر سامنے آتی ہے کہ کہیں رابعہ حکمرانی کا مطالبہ نہ کر دے۔اس خدشے کو پردے، خاندانی روایات اور ناموس کی آڑ میں دبانے کی کوشش کرتا ہے۔حارث اپنی لالچ اور حرص کے سبب انسانیت کے دائرے سے نکل چکا تھا۔جاہ و حشمت ہی اس کا کل حاصل رہا ہے۔حتی کہ مالی معاملات پر بے ضابطگیوں کی سرزنش کرنے پر امیر کعب کو زہر دینے کی سنگین سازش کا سرغنہ ہونے کے باوجود حارث کے

رویے اور کردار میں ذرا برابر بھی فرق نہیں آیا۔اس کا مقصد صرف طاقت کا حصول اور مادہ پرستی ہے۔اسی سبب سے وہ رشتوں کی بے حرمتی کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا۔مالی معاملات پر رابعہ جب استفسار کرتی ہے، تو وہ کچھ اس انداز میں جواب دیتا ہے۔

کوئی بے ضابطگی نہیں ہوئی تھی، وہ محض ایک غلط فہمی تھی جس کی بنیاد جان بوجھ کر ڈالی گئی تھی تا کہ والد محترم کی گدی کسی اور کے سپرد کر دی جائے۔والد کے قریبی ساتھیوں کی سازش تھی کہ وہ گھر کی عورت کو تخت پر بٹھا سکیں۔۔۔۔

حارث! میرے بھائی۔اگر تو آپ کا اشارہ میری طرف ہے تو میرا خدا گواہ ہے کہ مجھے جاہ و حشمت سے قطعی سروکار نہیں۔

تو پھر والد محترم کی مہر میرے حوالے کر دیں تا کہ میں ملکی خزانے کا استعمال کر کے اپنی اور اپنی سلطنت کی حفاظت کر سکوں۔

رابعہ: صرف حفاظت ہی کیوں۔بہتری کیوں نہیں؟۔۔۔

میرے بھائی! والد کی زندگی میں یہ چھوٹی سی سلطنت علم و ادب کا گہوارہ تھی، لیکن اب سامان حرب اس طرح بھر دیئے جیسے ہم دنیا کو فتح کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہوں۔

"حارث: رابعہ!۔۔۔آپ سلطنت کے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔

یہاں پر بھی مصنفہ نے بہت خوبصورتی کے ساتھ ہر دو رشتوں کا باہمی تقابل و موازنہ پیش کیا ہے۔ایک طرف امیر کعب بحیثیت باپ(مرد)عورت کو بااختیار بنانے اور اس کی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے متمنی ہیں۔وہیں حارث(بھائی) جیسے مرد عورت کی ذاتی حیثیت کو تسلیم کرنے کو کسر شان سمجھتے ہیں۔رابعہ خضداری کا کردار ادبی ذوق کی حامل، انقلابی اور ترقی پسندانہ سوچ رکھنے والا باشعور اور متحرک کردار ہے۔لیکن بد قسمتی سے جس ماحول اور عہد سے تعلق رکھتی ہیں، وہ پدر سری معاشرہ ہے۔"رودکی" کی ہم عصر بہترین شاعرہ کے شعر و سخن کی تعریف اور فخر کرنے کے بجائے خاندانی روایات کی آڑ میں تذلیل کرنا حارث جیسے متعصب انسان کے لیے بہت سہل ہے۔رابعہ خضداری کی شاعری کا چرچا ہر سو تھا، لیکن حارث کو یہ سب ناگوار گزارا۔

مجھے کچھ اطلاعات ہیں۔آپ کی شعر و سخن کے حوالے سے۔لیکن یہ بات اچھی طرح ذہن نشین فرمایئے کہ ہماری خاندانی روایات میں خواتین کا کردار محض اپنے محرموں کی عزت کی

پاسداری کرنا ہے۔شاعری ہمارے نزدیک محض بدنامی ہے۔شریف بیبیوں کو ہر گز زیب نہیں کہ وہ عشقیہ مضامین باندھیں، گائیں یا محفلوں میں شریک ہوں۔۔۔پیارے بھائی! خاندانی ناموس کی ذمہ داری صرف خواتین پر تو عائد نہیں ہوتی۔

مذہب، معاشرت، تہذیب و ثقافت اور روایات سب کو جبر کی مختلف صورتیں قرار دے کر ان کے خلاف نفرت کا اظہار ہے۔حارث کا حسد اور احساس برتری پر مبنی رویہ ایک طرف لیکن رابعہ ایسی باشعور خاتون ہے، جو نہ صرف معاملہ فہم ہے بلکہ برجستہ و مناسب جواب دینے کی بھی بھرپور قوت رکھتی ہے۔ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے ''می سوزم'' ناول میں صرف اس عہد کی عورت کی سماجی حیثیت کی عکاسی نہیں کی بلکہ یہ ہر دور کا بہت بڑا المیہ رہا ہے۔بقول غفور احمد ''ہمارے معاشرے کی عورت جو بنیادی طور پر استحصال اور جبر کا شکار ہے۔ایسا بھی نہیں کہ اسے اس کیفیت کا ادراک نہیں ہے۔ تعلیم یافتہ، حساس اور ذہنی طور پر تخیلاتی دنیا میں آباد یہ لڑکیاں اس سارے نظام کی تبدیلی کی خواہاں ہیں۔'' ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے گل رعنا کے ذریعے پست طبقے کی عورت کے جذبات و خواہشات کو بھی بھرپور انداز میں واضح کیا ہے۔اعلیٰ، متوسط اور ادنی طبقات کی سماجی حیثیت اور حقیقت میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ایک ہی مقام پر باہمی تضادات و مطابقت کو پیش کرنا جان جوکھم کا کام ہے، جو مصنفہ نے بہت عمدہ طریقے سے نبھایا ہے۔ڈاکٹر حمیرا اشفاق کی بطور تخلیق کار فکری پختگی کا یہ واضح ثبوت ہے کہ وہ جس کردار کو بھی پیش کرتی ہیں، اس کی نفسیات کو تمام تر جزئیات کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کر دیتی ہیں۔ان کا طرز بیان فطری ہے۔گل رعنا اور رابعہ کے حالات و واقعات سے موازنہ کرتے ہوئے یوں پیش کرتی ہیں۔

رعنا! قیدی رنگین پنجروں میں بھی قیدی ہی ہوتا ہے۔۔۔وہ سانس لیتا ہے، دانا چگتا ہے، مگر اڑ نہیں سکتا۔پرواز جو اس کا اصل ہے، آزادی جو اس کی سب سے بڑی نعمت ہے۔۔۔لیکن محض چند دانوں کے عوض اس سے چھینی جاتی ہے۔کاش میں ایک کسان کی بیٹی ہوتی، جو کھیت کھلیانوں اور پگڈنڈیوں پر گھومتی رہتی۔

یہاں در حقیقت بنیادی زور نظریے پر ہے۔ناول کی مجموعی فضا اور فکری رویوں کو بیان کرنے میں بہت مہارت سے کام لیا گیا ہے۔رابعہ کے جذبات کو سن کر گل رعنا اپنی کیفیات کو اس انداز میں بیان کرتی ہے۔

میں ان سنگلاخ چٹانوں کو میدانوں میں ڈھالنے والے کسان کی بیٹی ہوں۔آپ نے محل میں لٹی پٹی ایک تیرہ سال کی لڑکی کو آتے دیکھا۔۔۔مجھے ابھی بھی رات کی ڈراؤنی شکل جس میں

میرے باپ کو صرف ایک دن کام پر نہ آنے کے لیے کوڑوں سے مارا گیا تھا۔میری ماں نے سر کی چادر اتار کر ان کے پاؤں پر رکھی تھی لیکن وہ کس قدر ظالم تھے میں بتا بھی نہیں سکتی۔میری ماں کو ایک کونے میں رسیوں سے باندھ دیا گیا تھا۔۔۔میں بغیر دیوار کے گھر میں رہنے والی آزاد لڑکی تھی۔لیکن آزادی بھی بڑے لوگوں کی ہوتی ہے۔ہم چھوٹے لوگوں کو تو حفاظت کی طلب ہوتی ہے، خواہ پنجرے کی شکل میں ہی کیوں نہ ہو۔ہم دونوں رنگین پروں والے پرندوں کے پنجروں کے اطراف میں کھڑی دیکھتی رہیں۔

ناول ''می سوزم''کا موضوعاتی و فکری دائرہ بہت وسیع ہے۔مصنفہ نے نہایت سادہ انداز بیان میں معاشرے میں پھیلی برائیوں کا تذکرہ کیا ہے جو نچلے طبقے سے لے کر اعلیٰ طبقے تک کی نشاندہی کرتا ہے۔ادیبوں اور مصنفوں کو اپنے سماجی ڈھانچے کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔سماج جن درجات اور طبقات پر مشتمل ہو ان کا جائزہ لینا چاہیے۔مختلف طبقات کا باہمی تعلق کس نوعیت کا ہے۔مزید یہ کہ ان کی سوچ کے زاویے، انداز فکر اور نفسیاتی کیفیات کا علم ہونا چاہیے۔ان سب حالات کو شعوری طور پر سمجھنے کے بعد ہی ایک بھرپور اور بامعنی تخلیق کا وجود ممکن ہو سکے گا۔ڈاکٹر حمیرا اشفاق اس حوالے سے کامیاب دکھائی دیتی ہیں کہ وہ ہر کردار کی نہ صرف نفسیات اور سماجی و معاشی صورتحال سے آگاہ ہیں بلکہ ان کے ہر عمل اور ردعمل میں قاری کو بھی جذباتی طور پر شامل کر لینے کا ہنر جانتی ہیں۔

ڈاکٹر حمیرا اشفاق کے ہاں فطری ترقی پسندی پائی جاتی ہے، اور یہ ترقی پسندی ان کی ذات کا حصہ ہے۔جس کا اظہار واضح طور پر ان کی تخلیقات میں دکھائی دیتا ہے۔ان کی نظریاتی فکر ان کی تخلیق پر حاوی نہیں ہوتی بلکہ ہلکے پھلکے انداز میں قاری کو بھی اس حصار میں لے لیتی ہے اور زندگی کی حقیقت پر سوچنے، سمجھنے اور غور کرنے پر مجبور کرتی ہے۔اختر حسین رائے پوری کا مضمون ''ادب اور زندگی'' ۱۹۳۴ میں شائع ہوا۔وہ لکھتے ہیں کہ

صحیح ادب کا معیار یہ ہے کہ وہ انسانیت کے مقصد کی ترجمانی اس طور سے کرے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس کا اثر قبول کریں۔ہر ایماندار اور صادق ادیب کا کام یہ ہے کہ قوم و ملت اور رسم و آئین کی پابندیوں کو ہٹا کر زندگی، یگانگت اور انسانیت کی وحدت کا پیغام سنائے۔

می سوزم''میں مصنفہ نے ہزار سالہ تاریخ کا ذکر کیا ہے۔ناول میں موجود ہر فکری پہلو اپنے آپ میں ایک الگ سے باقاعدہ موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔رابعہ خضداری ایک مدبر اور دانشور خاتون ہیں۔زنان خانے تک محدود ہونے کے باوجود وہ اپنی رعایا کے لیے فکر مند ہوتی ہیں اور ان پر ہونے والے ظلم وستم کو روکنے کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔دیگر سماجی برائیوں کے ساتھ بردہ فروشی کو بھی سخت ناپسند کرتی ہیں۔محل کے باہر دورے کے دوران رابعہ نے ایک بارہ سالہ چھوٹی معصوم بچی کو بردہ فروشوں کے پاس دیکھا تو تڑپنے لگیں اور حتی المقدور کوشش کی کہ اس کو آزادی دلوا سکیں۔اس کے والد نے دوسری شادی کرلی اور بچی کو ایک بوڑھے آدمی کے حوالے کر دیا۔وہ اس پر شک کرتا، مار پیٹ کرتا رہا اور پھر غیرت کا مسئلہ بناتے ہوئے قافلے کے ہاتھوں بیچ دیتا ہے۔اس موضوع پر بات کرتے ہوئے رابعہ شدید غم وغصے کا اظہار کرتی ہیں۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنفہ اور رابعہ خضداری کے خیالات وجذبات یکجان ہو کے مکالمے کی صورت میں جلوہ گر ہیں۔رابعہ بھائی کی مخالفت کی پرواہ کیے بغیر حرم سرا اور بندی خانے خالی کروا دیتی ہیں۔مصنفہ اس منظر کو یوں پیش کرتی ہیں کہ

> بے سدھ سوئی ہوئی معصوم لڑکیاں اپنے انجام سے بے خبر ایک ایسی جبری مشقت میں مبتلا
> جس پر ان کا اختیار سانس لینے تک محدود تھا۔دن کو رنگین گڑیوں کی طرح سجی سنوری لڑکیاں
> اس وقت اپنے حسن کی سادگی لیے گہری نیند میں تھیں۔

مندرجہ بالا اقتباس اس بے بسی اور لاچارگی کا منظر پیش کرتا ہے، جہاں انسانیت دم توڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔مصنفہ نے رابعہ خضداری کی صورت میں اُمید کا دیا روشن کیا ہے۔جس کا دل مظلوموں کی دادرسی، مدد وامداد کے لیے ہمہ وقت بے چین رہتا ہے۔حارث کے ظالمانہ وجابرانہ رویے اور غلط فیصلوں نے لوگوں کے دلوں کو نفرت سے بھر دیا تھا۔بالخصوص جبری بھرتیوں نے تو ظلم کی انتہا کر دی تھی۔طاقت کے نشے میں چور حارث گھومتے پھرتے، چلتے پھرتے بغیر کسی نوجوان کی اجازت ورضامندی کے زبردستی فوج میں شامل کر لیتا تھا۔کسان، مزدور، گلہ بان ہر دوسرے پیشے سے وابستہ نوجوانوں کو حارث کے سپاہی گھسیٹ کر جبری مشقوں کے لیے لے جاتے تھے۔لوگ خوف وہراس کا شکار رہتے کہ کسی بھی وقت، کسی بھی جگہ سپاہی آدھمکیں گے اور گھر والوں کو اطلاع تک دینے کی مہلت نہیں نصیب ہو گی۔سالم خان، اللہ بخش، خداداد وغیرہ جیسے بے شمار لوگ اس ظلم کا شکار ہوئے۔اگر کسی نے بغاوت کی تو اس کا انجام عبرت ناک ہوا۔اللہ بخش حارث کی سفاکیت کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے کہ

> نیم مردہ حالت میں کھدائی کی آوازیں آتی جا رہی تھیں۔۔۔شاید مجھے زندہ دفن کرنے کی
> تیاری کر رہے ہیں۔۔۔کیا کوئی انسان محض اپنی منشاء کی خاطر دوسروں کو پہروں بھوکا پیاسا

رکھ کر اپنا تابع کر سکتا ہے؟میں نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔لیکن میری گردن جو اپنی جگہ معلق تھی۔کسی بھی جنبش کا ساتھ دینے سے قاصر تھی۔

یہ اضطراب، ہیجان، بے چینی اور غم وغصے کی حالت میں سب کچھ روند ڈالنے کی کیفیت ہے۔ ظلم کی مختلف صورتوں، کمزور انسانوں کی مشکلات اور بے بسی کو بیان کرنے کی مصنفہ خاص صلاحیت رکھتی ہیں۔ہر سطح پر متانت و سنجیدگی نمایاں ہے۔سالم خان کے الفاظ دکھ اور حزن کی ترجمانی کرتے ہیں۔مایوسی نے دلوں میں گھیرے ڈال رکھے ہیں۔''تقدیر ہی خراب ہے تو کسی سے کیا کہیں۔ہماری تو کئی نسلوں کی دعائیں ان سنی رکھی ہیں کبھی خدا سے کہنا کہ ان کو سن لیں۔'' ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے ہر کردار کو اس کی رسائی و نارسائی اور جذبات کے ساتھ مکمل اظہار کا موقع دیا ہے۔کہیں پر بھی اپنا موقف تھوپنے کی کوشش نہیں کی۔انہوں نے کرداروں کی داخلی دنیا کی اتھاہ گہرائیوں تک رسائی حاصل کی۔

ناول ''می سوزم'' میں طاقت کا منبع اشرافیہ کا طبقہ ہے، جو بہ وقت ضرورت اپنے ہتھکنڈوں کے ذریعے لوگوں کا استحصال کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا ہے۔مادیت پرستی انسانیت پر کاری ضرب لگاتی ہے۔سارنگ اور حارث کے مشیر خاص عبدالستار اس کی بہترین مثال ہے۔رعایا کے ساتھ ناروا و غیر مساوی رویے پر رابعہ کے احتجاج کو حارث نے اغیار کی سازش قرار دیتے ہوئے اسے بے نقاب کرنے کے لیے گل رعنا کو استعمال کرنا چاہا۔گل رعنا کے بارے میں حارث کے خیالات سے اس کی دوغلی، منافقانہ شخصیت مزید کھل کر سامنے آجاتی ہے۔''ہاں ایک ہے اسے دام میں لانے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔لیکن میرا خیال ہے اس کو مال و دولت سے تو نہیں، ہاں البتہ محبت کے جال میں ضرور پھانسا جا سکتا ہے۔۔۔اس دل ربا کو لونڈی سے زیادہ ملکہ بننے کا شوق ہے۔'' ڈاکٹر حمیرا اشفاق نے افراد معاشرہ بالخصوص غلاموں کے ذہنی، جذباتی اور روحانی کرب کو بہت سلیقے سے پیش کیا ہے۔کہیں ذات پات، کہیں مذہب اور کہیں معاشی عدم مساوات، جذبوں سے زیادہ اہم اور طاقت ور بن کر لوگوں کے درمیان حائل ہو جاتے ہیں۔یہی صورتحال بیکتاش کے حوالے سے دکھائی دیتی ہے۔وہ ایک قوی، بہادر سپہ سالار ہے لیکن عشق کے میدان میں بے بس اور کمزور ہے۔''می سوزم'' میں عشق کئی صورتوں میں جلوہ گر ہوا ہے۔رابعہ کے ذریعے ناول نگار نے عشق مجازی سے عشق حقیقی کا سفر بہت عمدگی سے دکھایا ہے۔کہیں پر بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ سفر جبری ہے بلکہ بھرپور حقیقی معنویت پر مبنی ہے۔

> غلام اور آقا کا تصور دنیاوی مدارج سے نہیں بلکہ دل کے درجوں سے ہوتا ہے۔۔۔دل آزاد ہوتا ہے جذبے آزاد ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا رخ زمین کی طرف نہیں آسمان کی طرف موڑ دینا چاہیے۔

اس کے بر عکس حارث طبقاتی تقسیم کو فوقیت دیتا ہے اور اس پر اپنی ترجیحات طے کرتا ہے۔ بیکتاش ایک عظیم سپہ سالار تھا لیکن وہ حارث کے مفادات کی راہ میں روکاوٹ ثابت ہو رہا تھا۔ رابعہ اور بیکتاش کے عشق کو اس نے سلطنت کے چھن جانے کا خطرہ سمجھا اور اس کو غیرت کا نام دیا اور بیکتاش کو اس کی حیثیت ان حقارت بھرے الفاظ میں یاد دلائی۔

> تم ایک غلام تھے اور غلام ہی رہو گے۔ یہ صرف تمہاری تقدیر نہیں بلکہ تمہاری نسلوں کی تقدیر ہے۔اس لیے حکمرانی کے خواب چھوڑ دو۔۔۔اس صندوق کے بارے میں کیا کہو گے ؟رابعہ کے دیئے ہوئے تحائف اور خطوط نظر آرہے تھے۔۔۔
> کیا تم یہ سب رابعہ کو تخت پر بٹھانے کے لیے کر رہے ہو ؟اس میں سلطنت کے خلاف گہری سازش ہے جس کی کسی صورت تمہیں معافی نہیں مل سکتی ہے۔۔۔ لیکن میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جس میں میرے خاندان کا نام بھی نہ آئے اور تم اپنے انجام کو بھی پہنچ جاؤ۔

اس اقتباس کی ذیل میں دیکھا جائے تو وہ رابعہ سے حسد کا شکار تو بہت پہلے سے تھا، لیکن اب وہ اپنے اقتدار اور قول و فعل کے لیے توجیحات تراش رہا تھا۔ حارث سلطنت و اقتدار کو ملحوظ خاطر رکھ کر بیکتاش اور رابعہ کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ رابعہ کے عشق کی خبر امیر بخارا کے دربار میں منعقدہ محفل مشاعرہ میں روشن خیال بلخی کے ذریعے سنی، کہ رابعہ کا عشق مجاز کی سرحد سے حقیقت کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔اس خبر سے پہلے حارث نے محسوس کیا کہ امیر بخارا رابعہ کے بارے میں پر تجسس ہیں۔ امیر بخارا اسے رشتہ داری کے بدلے میں مالی مفادات کی توقع کر رہا تھا۔ بیکتاش کی وجہ سے یہ خواب بھی ملیامیٹ ہو گیا۔

واپس آکر حارث نے رابعہ کو ہر حربے سے اپنا حامی بنانے کی کوشش کی۔ وہ بگڑتے ہوئے حکومتی معاملات کی خرابی، انتشار کی وجہ سے ابھرنے والی بغاوت کو رابعہ کی حمایت سے ختم کرنا چاہتا تھا۔ رابعہ خضداری نے حق اور عدل و انصاف کی خاطر اپنا موقف واضح رکھا کہ وہ کوئی سمجھوتا نہیں کرے گی۔

رعنا کے ساتھ آپ کی جان بھی بخش سکتا ہوں اگر اس بغاوت کو کچلنے میں میرا ساتھ دو۔نا
صرف دربار میں میری حمایت کا اعلان کرو بلکہ عوام کے سامنے بھی میرے حق میں دلیل دو
کہ میں اس سلطنت کا اہل بادشاہ ہوں۔

ڈاکٹر حمیرا اشفاق کے مطالعے کی وسعت اور مشاہدے کی باریکی نے ان کے تخلیقی تجربے میں وہ تہہ داری پیدا کر دی ہے، جس سے انسانی زندگی داخلی و خارجی تمام کیفیات کے ساتھ سامنے آتی ہے۔ناول ''می سوزم''، فکری، نظریاتی اور جذباتی کشادگی کے ساتھ آگے بڑھا ہے۔ان کے ہاں عصری مسائل سے آگہی، تہذیبی روایات سے وابستگی اور انفرادی الجھنوں کا بھرپور شعور ملتا ہے۔ناول میں واقعیت اور صداقت پر مصلحت کا غلاف چڑھائے بغیر ایک ایسا طرز اختیار کیا گیا ہے، جو متوجہ کرنے والا ہے۔ بھوک، پیاس، سماجی پستی، گھٹن، غلامی، استحصال اور طبقہ نسواں کے بنیادی حقوق کی پامالی اور شناخت کا بحران ایسے مسائل ہیں، جن کی طرف ناول نگار نے بھرپور طریقے سے توجہ دلائی ہے۔نسائی کردار جن میں رابعہ خضداری، امام خاتون، گل رعنا، شاہ بانو، سالم کی ماں اپنی پر اعتماد اور موثر نظریاتی شخصیت کے ساتھ ابھر کر سامنے آتی ہیں۔اور وہ اس لیے کہ ڈاکٹر حمیرا اشفاق بذات خود ایک پر اعتماد شخصیت اور واضح نظریاتی موقف رکھنے والی ادیبہ ہیں۔ فن سے فن کار کی شخصیت کا گہرا رابطہ اور رشتہ ہوتا ہے اور شخصیت کا واضح پرتو نظر آتا ہے، جو کہ اس ناول میں اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔اور اس ناول کو ایک بہترین ادب پارہ بنانے کا سبب ہے۔

حوالہ جات

1۔ حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، (فلیپ)، می سوزم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۱

2۔ ای ضا، ص۲۸۔۲۹

3۔ای ضا، ص۔۲۹

4۔ایضا، ص۱۷۴

5۔عزیز محمد بگٹی، پروفیسر، بلوچستان، سیاسی کلچر اور قبائلی نظام، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۹، ص ۹

6 حمیرا اشفاق، ڈاکٹر، می سوزم، سنگ میل پبلی۔ کیشنز، لاہور ا، ص 1 ۲۰۲، ص۶۴،۶۳

7۔ ایضا، ص۱۴۴

8۔ غفور احمد، نئی صدی۔نئے ناول، شفیق پریس، کراچی، ۲۰۱۴، ص ۲۴۲

9۔ ایضا،ص ۵۹

10۔ ص،ایضا ۶۰

11۔ شفیق انجم،ڈاکٹر،اردو افسانہ،پورب اکادمی،اسلام آباد،۲۰۱۰،ص ۸۰

12۔ حمیرا اشفاق،ڈاکٹر،می سوزم،سنگ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۲۱،ص ۱۹۱

13۔ ایضا،ص ۱۱۵

14۔ ایضا،ص ۷۴

15۔ ایضا،ص ۱۴۱

16۔ ایضا،ص ۱۷۰

17۔ ایضا،ص ۱۹۰

18۔ ایضا،ص ۲۰۴

References:

1. Humaira Ashfaq, Doctor, (Philipp), My Suzwa, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2021

2. Ibid, pp. 28-29

3. Ibid, p. 293

4. Ibid, p. 174

5. Aziz Muhammad Bugti, Professor, Balochistan, Political Culture and Tribal System, Fiction House, Lahore, 2009, p. 9

6. Humaira Ashfaq, Doctor, My Suzwa, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2021, pp. 63, 64

7. Ibid, p. 144

8. Ghafoor Ahmad, New Century. New Novels, Shafiq Press, Karachi, 2014, p. 242

9. Ibid, p. 59

10. Ibid, p. 60

11. Shafiq Anjum, Doctor, Urdu Short Story, Poorb Academy, Islamabad, 2010, p. 80

12. . Humaira Ashfaq, Doctor, My Suzwa, Sang-e-Meel Publications, Lahore, 2021, p. 191

13. Ibid, p. 115

14. Ibid, p. 74

15. Ibid, p. 141

16. Ibid, p. 170

17. Ibid, p. 190

18. Ibid, p. 20